خطبہ نمبر 8

احمدی احباب کی تعلیم و تربیت کے لئے

منگل 25 فروری 2003ء

روزنامہ ٹیلی فون نمبر 213029 C.P.L

الفضل

ایڈیٹر: عبدالسمیع خان

منگل 25 فروری 2003ء، 23 ذوالحج 1423 ہجری - 25 تبلیغ 1382 ہش جلد 53-88 نمبر 43

شکرانہ

حضرت ابن عباسؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف لائے تو دیکھا کہ یہود 10 محرم کو روزہ رکھتے تھے حضورؐ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے کہا یہ ایک مبارک دن ہے اس دن اللہ نے بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دی تھی اس لئے حضرت موسیٰؑ اس دن روزہ رکھتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا میرا تم سے بڑھ کر موسیٰؑ سے تعلق ہے اور خود رمضان کے احکام اترنے تک 10 محرم کو روزہ رکھتے رہے اور صحابہؓ کو بھی ارشاد فرماتے تھے۔

(صحیح بخاری کتاب الصوم باب صیام یوم عاشوراء حدیث نمبر 1865)

اللہ تعالیٰ کی صفات شکور اور شاکر کا ایمان افروز تذکرہ

خوشی کے موقع پر آنحضرتؐ اظہار تشکر کیلئے اللہ کے حضور سجدہ میں گر جاتے

غریب دلہنوں کے جہیز کیلئے حضور انور کی طرف سے امداد دینے کا اعلان

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 21-فروری 2003ء بمقام بیت الفضل لندن کا خلاصہ

خطبہ جمعہ کا یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 21 فروری 2003ء کو بیت الفضل لندن میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جس میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی صفات شکور اور شاکر کا ایمان افروز تذکرہ کیا۔ ان کی لغوی تشریح بیان کرنے کے بعد آپ نے احادیث اور اقوال بزرگان کی روشنی میں ایمان افروز تفسیر فرمائی اور آخر پر غریب دلہنوں کے جہیز کیلئے اپنی اور جماعت کی طرف سے امداد دینے کا اعلان فرمایا۔ حضور انور کا خطبہ جمعہ ایم ٹی اے کے ذریعہ دنیا بھر میں براہ راست ٹیلی کاسٹ کیا گیا اور متعدد زبانوں میں رواں ترجمہ بھی نشر ہوا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے شاکر اور شکور کی لغوی تشریح کے ضمن میں بیان فرمایا کہ نعمت کو مدنظر رکھنے اور اس کے اظہار کو شکر کہتے ہیں اور اس کی ضد کفر ہے۔ اللہ تعالیٰ شکور ہے یعنی وہ اپنے بندوں کے تھوڑے اعمال کی جزا بہت بڑھا چڑھا کر دیتا ہے اور انہیں بخش دیتا ہے۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص چھوٹی نعمت پر شکر نہیں کرتا وہ بڑی نعمت پر بھی شکر نہیں کر سکتا اور جو بندوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر ادا نہیں کر سکتا۔ ایک دوسرے مقام پر آپؐ نے فرمایا کہ اللہ کا شکر گزار بندہ وہ ہے جو لوگوں کا سب سے شکر گزار ہو۔ آنحضرتؐ لمبی لمبی عبادات بجالاتے یہاں تک کہ آپؐ کے پاؤں متورم ہو جاتے۔ حضرت عائشہؓ نے آپؐ سے کہا کہ اللہ نے آپؐ کے تمام گناہ معاف کر دیئے ہیں پھر بھی آپؐ اتنی لمبی عبادات بجالاتے ہیں تو آپؐ نے جواب دیا کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ حضرت موسیٰؑ فرعون سے نجات کے شکرانے میں عاشورہ کا روزہ رکھتے تھے۔ آپؐ بھی اس شکران نعمت پر عاشورہ کا روزہ رکھتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ جو لوگ ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرنے والے ہیں یعنی حمادون ان کیلئے قیامت کے روز خاص مقام اور جھنڈا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے کہ وہ اپنی نعمتوں کا اظہار اپنے بندوں پر دیکھے۔ آپؐ نے فرمایا جس نے جزاکم اللہ احسن الجزاء کی دعا دی گویا اس نے شکر کی انتہا کر دی۔

بزرگان سلف کے اقوال کی روشنی میں شکور اور شاکر کی تشریح میں فرمایا کہ نعمت شکر کے ساتھ وابستہ ہے اور شکر کے ساتھ مزید عطا ہوتا ہے اور شکور ایسا بندہ ہے کہ جب اسے دیا جائے تو شکر کرتا ہے اور جب آزمایا جائے تو صبر کرتا ہے۔ آنحضرتؐ کا طریق تھا کہ آپؐ کو جب کوئی خوشی کی خبر یا بشارت ملتی تو آپؐ شکران نعمت پر اللہ کے حضور سجدہ میں گر جاتے۔ آپؐ نے فرمایا اپنے سے ادنیٰ لوگوں کے حالات پر نظر رکھی جائے تو دل میں تشکر کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

حضور نے خطبہ کے آخر پر شکر نعمت کے طور پر اپنی والدہ مرحومہ کا تذکرہ فرمایا جو غریبوں کی ہمدرد اور غریبوں کی امداد کی تلقین فرماتی تھیں۔ غریبوں کو لسی دیتے وقت مکھن کی ڈلی بھی ڈال دیتی تھیں۔ اس شکران نعمت اور ان کی روح کو ایصال ثواب کیلئے حضور انور نے اعلان فرمایا کہ جو غریب لوگ اپنی بیٹیوں کو بیاہتے وقت جہیز کی طاقت نہیں رکھتے وہ مجھے بے تکلفی سے لکھیں میں اپنی طرف سے یا جماعت کی طرف سے ان کی مدد کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں یہ ضروریات پوری کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

دسویں سالانہ علمی مقابلہ جات

مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان

شعبہ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کے زیراہتمام دسویں سالانہ علمی مقابلہ جات مورخہ 21 تا 23 فروری 2003ء ایوان محمود ربوہ میں کامیابی کے ساتھ منعقد ہوئے۔ پاکستان بھر سے 34 اضلاع کے 225 خدام نے ان مقابلوں میں شرکت کی۔ افتتاحی تقریب مورخہ 21 فروری رات 8 بجے ایوان محمود میں منعقد ہوئی۔ مکرم چوہدری حمید اللہ صاحب وکیل اعلیٰ تحریک جدید نے مقابلوں کا افتتاح کیا۔ اپنے افتتاحی خطاب میں انہوں نے سیدنا حضرت مسیح موعود کی کتب کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی۔

اختتامی تقریب مورخہ 23 فروری 2003ء کو ڈیڑھ بجے دوپہر منعقد ہوئی۔ اس تقریب کے مہمان خصوصی مکرم ڈاکٹر عبدالخالق خالد صاحب نائب صدر صف دوئم و قائد تعلیم مجلس انصار اللہ پاکستان تھے۔ اس موقع پر مکرم فرید احمد نوید صاحب ناظم اعلیٰ علمی مقابلہ جات نے رپورٹ پیش کی۔ جس میں انہوں نے بتایا کہ ان علمی مقابلہ جات کا آغاز 1994ء میں 4 مقابلہ جات سے ہوا تھا۔ اور اب خدا تعالیٰ کے فضل سے ان مقابلہ جات کی تعداد 23 ہوگئی ہے۔ رپورٹ کے بعد مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان نے خدام کو چند امور کی طرف توجہ دلائی۔ جن میں ٹوپی پہننے کی عادت، مشاہدہ بڑھانے کی ضرورت اور اپنے علمی معیار کو بڑھانے کی عادت شامل ہیں۔ اس کے بعد مکرم مہمان خصوصی نے اعزاز پانے والے خدام میں انعامات تقسیم کئے۔ معیار خاص کے مقابلہ جات کے بہترین خادم مکرم خالد احمد بلوچ صاحب ربوہ اور معیار عام کے مقابلہ جات کے بہترین خادم مکرم قیصر محمود صاحب ربوہ قرار پائے۔ بہترین ضلع کراچی اور بہترین علاقہ ربوہ قرار پائے۔ مہمان خصوصی نے اپنے اختتامی خطاب میں زیارت مرکز کی اہمیت پر روشنی ڈالی اور روحانی خزائن کے مطالعہ کی طرف توجہ دلائی۔ دعا کے ساتھ اس تقریب کا اختتام ہوا۔ جس کے بعد تمام مہمانان اور شرکاء کی خدمت میں ظہرانہ پیش کیا گیا۔

خطبہ جمعہ

اخلاق حسنہ انسانی زندگی اور معاشرے کو سنوارنے کے لئے بہت ضروری ہیں

بچوں کے اخلاق کی حفاظت کے لئے میاں بیوی کے تعلقات درست کریں

بدیاں گھروں میں پیدا ہو کر گلیوں اور شہروں کو گندا کرتی ہیں - بدخلقی کے اصل محرکات کا جائزہ لے کر برائی کے خلاف باشعور جہاد کریں اور گھروں کو جنت بنائیں

سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ فرمودہ 23 / مارچ 1988ء بمقام بیت الفضل لنڈن کا متن

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے فرمایا:-

گزشتہ خطبہ جمعہ میں میں نے جھوٹ سے متعلق بہت زیادہ پرہیز کی ہدایت کی تھی اور جماعت کو نصیحت کی تھی کہ اپنے ارد گرد جھوٹ کے خلاف ایک جہاد شروع کریں جس کا آغاز گھروں سے ہونا چاہئے کیونکہ بالعموم تمام بدعادتیں گھروں میں پرورش پاتی ہیں اور وہاں سے نکل کر پھر گلیوں اور شہروں میں بد مناظر پیدا کرتی ہیں جھوٹ تو ہر بیماری کی جڑ ہے ہر فساد کی جڑ ہے- ہر قسم کے گناہوں کا آغاز جھوٹ سے ہوتا ہے اور پھر ان گناہوں کا انجام بھی جھوٹ پر ہوتا ہے- دنیا میں دو قسم کے ایسے دائرے ہیں جو جہاں سے شروع ہوتے ہیں وہیں جا کر ختم ہوتے ہیں- نیکی کا دائرہ خدا سے شروع ہوتا ہے- سچائی سے شروع ہوتا ہے اور پھر سچائی ہی پر جا کر انجام پاتا ہے- انا للّٰہ (-) کا ایک یہ بھی مطلب ہے کہ وہ شخص جس کا سفر خدا سے شروع ہوگا وہ بالآخر خدا تک ہی پہنچے گا اور اس کی ساری زندگی خدا کی طرف حرکت کرنے کی ایک مثال ہوگی گویا اس کا ہر قدم جو اسے آگے کی طرف لے جا رہا ہے وہ انجام کار اسی منبع تک پہنچ جائے گا جس منبع سے اس کے سفر کا آغاز ہوا تھا- اسی طرح بدیوں کا حال ہے جس شخص کی زندگی کے سفر کا آغاز جھوٹ سے ہو اس کا انجام لازماً جھوٹ پر ہوگا چنانچہ قرآن کریم نے پہلے مضمون کو کھول کر بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ تقویٰ کی راہیں اگر تم نے تلاش کرنی ہیں تو سفر تقویٰ سے شروع کرنا ہوگا اور قرآن کریم جو تقویٰ کا سبق دیتا ہے اس سے تمہیں کوئی ہدایت نہیں مل سکتی جب تک تمہارا پہلا قدم تقویٰ پر نہ ہو چنانچہ فرمایا" ھدی للمتقین " یہ ہدایت دینے والی کتاب ہے لیکن متقیوں کے لئے اور سارے اسباق اس کتاب میں تقویٰ پر ہی مبنی ہیں تقویٰ ہی کے درس دینے والی کتاب ہے تو جس مقام سے آغاز ہوا ہے- وہی دراصل آئندہ زندگی کی راہیں متعین کرنے والا مقام ہوا کرتا ہے-

انما الاعمال بالنیات- میں بھی حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی عظیم حکمت کا راز ہمیں سمجھایا کہ نیت کے وقت آغاز سفر کے وقت تم اپنے انجام کو خود ہی طے کر لیتے ہو اور بظاہر تم کسی سمت میں حرکت کرو وہ پہلا قدم جو اٹھا ہے اس نے تمہاری آخری سمت متعین کر دی ہے- اس سے تم ہٹ نہیں سکتے اس لئے جھوٹ سے سفر کا آغاز کرنے والے کبھی بھی سچائی کی طرف نہیں پہنچتے- ان کی زندگی میں جھوٹ کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے- اور دوسری قسم کی بدیاں جو جھوٹ سے پیدا ہونے والی بدیاں ہیں- جھوٹ ہی کے مختلف نام ہیں ان میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے اور بالآخر وہ خدا تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے- خدا کا نام حق رکھا گیا ہے جس کا مطلب ہے وہ مجسم سچائی ہے- اگرچہ حق کا مطلب سچائی ہے اور سچ بولنے والا نہیں لیکن خدا تعالیٰ حق ہے ان معنوں میں کہ ہر سچائی اسی سے پھوٹتی ہے- تمام سچائیوں کا سرچشمہ ہے چنانچہ جھوٹ کو معمولی برائی سمجھنا ایک بہت بڑی غلطی ہے- جھوٹ کے نتیجہ میں جو برائیاں پیدا ہوتی ہیں اس کی تفصیل میں یہاں جانے کا وقت نہیں اس سے پہلے بھی میں بعض خطبات میں اس مضمون پر روشنی ڈال چکا ہوں- اب میں اخلاق حسنہ سے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں-

اخلاق حسنہ انسانی زندگی کو سنوارنے کے لئے اور معاشرے کو سنوارنے کے لئے بہت ہی ضروری ہے- امر واقعہ یہ ہے کہ جو شخص اخلاق حسنہ سے مزین نہ ہو وہ کبھی بھی خدا کو نہیں پا سکتا جس طرح سچائی اور جھوٹ کے درمیان ایک بُعد ہے- اسی طرح بد خلقی اور خدا کے درمیان ایک بُعد ہے- کیونکہ خدا تعالیٰ کو صفات حسنہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے- لہ الاسماء الحسنیٰ- قرآن نے یہ راز ہمیں بتایا کہ اس کے نام حسین ہیں- اس کا مطلب یہ ہوا کہ جس خلق میں بھی انسان خدا سے ہٹے گا اسی کا نام بد خلقی ہے اور بد خلقی اور حسن خلق اکٹھے نہیں ہو سکتے اور خدا کا ایک نام بھی ایسا نہیں جو بد خلقی کی تعلیم دینے والا ہو پس جس جس جگہ پر انسان حسن خلق سے الگ ہوتا ہے کسی قسم کی بد خلقی اپنے اندر پیدا کرتا ہے- اسے یہ حقیقت خوب سمجھ لینی چاہئے کہ اس حصہ میں اس نے خدا سے اپنا تعلق توڑ لیا اس لئے حضرت مسیح موعود نے تقویٰ کے بعد اخلاق حسنہ پر بے انتہا زور اور بار بار جماعت کو نصیحت فرمائی کہ باخدا انسان بننے سے پہلے "با اخلاق بننا ضروری ہے- چنانچہ حضرت اقدس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات میں سے ایک بہت ہی عظیم معجزہ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ جانوروں کو انسان بنایا اور انسانوں کو با اخلاق بنایا- اور با اخلاق انسان کو باخدا انسان بنا دیا- پس وہ لوگ جو بد خلقی میں بہت زیادہ آگے بڑھ جاتے ہیں ان کو بہائم قرار دیا- ان کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ وہ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں' جانوروں سے مشابہ ہیں- بل ھم اضل بلکہ وہ جانوروں سے بھی بدتر ہیں اس لئے حضرت مسیح موعود نے جہاں یہ فرمایا کہ جانوروں کو پہلے انسان بنایا- اس سے مراد عرب نہیں بلکہ دنیا بھر میں اس وقت بد خلقی کا ایسا دور دورہ تھا کہ بظاہر انسان نظر آنے والے وجود بھی انسان نہیں رہے تھے بلکہ انسان کے مقام سے گر کر بہیمیت کے مقام میں داخل ہو چکے تھے- ایسے وقت میں حضرت اقدس محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو انسان بنایا ہر خلق کے متعلق اگر آپ غور کریں تو کسی خلق کے متعلق یہ نہیں کہا جا سکتا ہے کہ ان کا ایک آخری کنارہ ہے اس طرح بدیوں کے متعلق بھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ ان کا ایک آخری کنارہ ہے-

بدیاں شروع ہوتی ہیں ہلکی حالت میں اور بسا اوقات انسان ان بدیوں کے باوجود بھی

پبلشر آغا سیف اللہ ' پرنٹر قاضی منیر احمد مطبع ضیاء الاسلام پریس مقام اشاعت دار النصر غربی چناب نگر (ربوہ) قیمت تین روپے

انسان کہلانے کا مستحق ہوتا ہے پھر وہ بڑھتی رہتی ہیں ان میں شرارت کا عنصر زیادہ پیدا ہو جاتا ہے' فساد کا عنصر زیادہ پیدا ہو جاتا ہے- اور پھر ہر بدی بڑھتے بڑھتے ایک جانور کی بدی کے مشابہ ہو جاتی ہے- اس مضمون پر آپ غور کریں تو آج دنیا میں جتنی بدیاں رائج ہیں ان سب کا رخ بہیمیت کی طرف نظر آتا ہے بعض ملکوں میں بہیمیت کے مقام تک پہنچ چکی ہے اب انسان کو خدا تعالیٰ نے محبت کرنے والا وجود بنایا ہے- انسان کو خدا تعالیٰ نے زوجیت کے ساتھ منسلک ہونے کی تعلیم دی ہے' اس کی فطرت میں اس بات کو داخل کیا ہے اور اس کے نتیجے میں قرآن کریم فرماتا ہے اسے سکینت بخشی ہے لیکن جن قوموں نے اس مضمون کو بھلا کر اسے محض تعیش کا ذریعہ بنا لیا وہ آگے بڑھتے بڑھتے ایسے مقام تک پہنچ گئیں کہ ان کا عورت اور مرد کا سلوک جانوروں کے سلوک کے مشابہہ ہوا بلکہ بعض صورتوں میں اس سے بھی زیادہ گند ہو گیا- یعنی ہر جانور کے طور اور طریق ایک جیسے نہیں ہوتے بعض جانور بعض طور طریق میں اتنے ادنیٰ حالت کو پہنچے ہوئے ہوتے ہیں کہ وہ جانوروں میں اس کیفیت میں بھی ایک مثال بن جاتے ہیں-

سؤر ہے مثلاً اس میں بعض بدیاں یا اس کے متعلق تو بدی نہیں کہا جا سکتا کیونکہ وہ جانور مکلّف نہیں ہے' لیکن بعض اس کی عادات اور خصلات ایسی ہیں جو اس نوع کے تعلقات میں تمام دوسرے جانوروں سے آگے بڑھی ہوئی ہیں- مثلاً بعض جانوروں میں حیا ہے- بعض جانوروں میں تو اتنی حیا ہے کہ شاذ کے طور پر انسان میں اتنی دکھائی دے گی- لیکن بعض جانور ایسے ہیں جن میں بے حیائی بہت زیادہ ہے- سؤر اس کی ایک مثال ہے- بعض پرندے ایسے ہیں جو اپنے تعلقات میں اتنی شرم محسوس کرتے ہیں کہ جب بھی سائنسدانوں نے ان کے متعلق ان کو اس خاص حالت میں دیکھنے کی کوشش کی تو بڑی محنت ہوشیاری اور حکمت سے کام لینا پڑا- جن جانوروں کو آپ معمولی ادنیٰ ادنیٰ جانور سمجھتے ہیں- ان میں بھی بعض کے اندر خدا تعالیٰ نے اخلاق کے جوہر بڑی بلند حالت میں رکھے ہوئے ہیں- ان کے نقطۂ نگاہ سے آپ انہیں فطرت کہہ سکتے ہیں- اخلاق نہیں کہہ سکتے لیکن انسان کے لئے سبق ضرور ہیں- لومڑ ہے اس کے متعلق عام دنیا کا انسان یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان میں بھی انسان کے لئے کوئی سبق ہوگا- لیکن لومڑ کے جنسی تعلقات معلوم کرنے کے لئے سائنسدانوں کو بے انتہا جان جوکھوں سے کام لینا پڑا اتنی محنت کرنی پڑی کہ عام حالات میں ممکن ہی نہیں تھا- چنانچہ ایسے کیمروں سے کام لینا پڑا جو اندھیرے میں دیکھتے ہیں- ان کیمروں کو ان جگہوں پر فکس کرنے کے لئے جہاں ان کا خیال تھا کہ لومڑی کے جنسی تعلقات ہو سکتے ہیں- ان کو بہت زیادہ محنت کرنی پڑی کیونکہ وہ اتنا زیادہ ہوشیار جانور ہے کہ اسے اگر شک ہو جائے کہ کوئی غیر وجود ان کے اندرونی معاملات کو دیکھنے کے لئے موجود ہے- تو وہ اس جگہ کو چھوڑ دے گا اور کبھی بھی اپنی بے پردگی نہیں ہونے دے گا- چنانچہ اس کے لئے بہت ہی زیادہ حیرت انگیز احتیاطوں سے کام لئے اور بالآخر وہ فلم تیار کی جس سے پتہ چلتا ہے کہ لومڑ کے اندرونی حالات' اندرونی زندگی اور نجی زندگی کیا چیز ہے-

تو عام انسان جس کو سمجھتا ہے کہ اس جانور میں کوئی بھی خوبی نہیں وہ انسان کو حیا کا سبق دینے والا جانور ہے- تو اس قسم کے تعلقات میں جب بے حیائی بڑھی تو بڑھتے بڑھتے اس مقام تک پہنچ گئی کہ جہاں قانون قدرت نے ان قوموں کو سزا دینے کا فیصلہ کیا- چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ سو سال پہلے یہ خبر دی گئی کہ وہ قومیں جو جنسی تعلقات میں بے راہ رو ہو جاتی ہیں اور پھر بے حیا ہو جاتی ہیں اور بے حیائی میں ایسے مقام کو پہنچ جاتی ہیں کہ وہ خود اپنی بے حیائی کو منظر عام پر لا کر فخر محسوس کرتی ہیں اور دنیا کو دکھاتی ہیں کہ ہم کتنے بے حیا ہیں ایسی قوموں کے لئے خدا نے ایک سزا مقرر فرمائی ہے کہ ان کے گلے کے بعض غدود پھولیں گی گٹھلیاں بنیں گی اور اس کے نتیجے میں ایسی بیماریاں پیدا ہوں گی جسے طاعون سے مشابہہ قرار دیا گیا ہے اور وہ کثرت کے ساتھ بیماری نازل ہوگی ظاہر ہوگی- اور ان قوموں کو سزا دے گی- اس زمانے میں کسی ایسی بیماری کا کوئی علم نہیں تھا- وہم گمان میں بھی نہیں تھا کہ ایسی بیماری اور اس قسم کی حالت قوموں پر طاری ہو سکتی ہے اور پھر اس کی سزا کے طور پر خدا یہ حربہ استعمال فرمائے گا- لیکن حضرت مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ نے اس بیماری کی خبر دی اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا کہ آئندہ ایک اور قسم کا طاعون بھی ظاہر ہونے والا ہے- وہ طاعون اکثر عیسائی ممالک میں پھیلے گی اور بڑی وضاحت کے ساتھ جو نقشہ کھینچا ہے وہ ایڈز (AIDS) بیماری کا نقشہ ہے تو اب یہ جو حالت ہے یہ جانوروں کی حالت تک پہنچ کر اس کے آگے بڑھنے والا مقام ہے- یہ ہی میں آپ کو مثال دے رہا ہوں کہ ہر بدی ایک مقام پر کھڑی نہیں ہوا کرتی اور نہ ہر نیکی ایک مقام پر کھڑا ہوا کرتی ہے- یہ ایک لامتناہی سلسلہ ہے اور ایک دائرہ ہے جس پر سفر کرتی رہتی ہے- اور دائروں میں کوئی آخری مقام نہیں ہوا کرتا ہے جہاں بھی انجام ہوگا وہی بد انجام ہے اور وہی آخری انجام ہے- تو جن قوموں کے سفر بد اخلاقیوں سے شروع ہوتے ہیں- وہ بد اخلاقیوں کی انتہا تک پہنچ کر رہتے ہیں پھر اور زیادہ آگے قدم بڑھتے رہتے ہیں- یہاں تک کہ جیسا میں نے بیان کیا وہ بہیمیت کے مقام تک پہنچ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کی مثال سؤروں اور بندروں جیسی ہوتی ہے پس چھوٹے چھوٹے بد خلقی کے افعال اگر سرزد ہوں تو انہیں معمولی جرم نہیں سمجھنا چاہئے اور یہ خیال دل سے نکال دینا چاہئے کہ چھوٹی چھوٹی بد خلقی کی باتیں ہیں ان سے کیا فرق پڑتا ہے-

کیونکہ ہر بد خلقی ایک اپنے منتہا تک جاری ہونے والی چیز ہے- متحرک چیز ہے آج آپ اس میں آگے بڑھ کر کسی انتہائی ذلیل مقام تک نہ بھی پہنچیں تو آپ کی اولاد اس برائی کو وہیں سے پکڑے گی جہاں آپ نے چھوڑا تھا- اور اس کو لے کر آگے بڑھے گی- پھر وہ نسل ختم ہوگی تو اگلی نسل اس بدی کو پکڑے گی اور وہیں سے آگے بڑھائے گی یہاں تک کہ جیسے انا للہ (-) میں تمام نیکیاں اپنے منتہا تک پہنچ جاتی ہیں- اسی طرح یہ تمام بدیاں بھی اپنے منتہا تک پہنچا کرتی ہیں اور پھر قوموں کی ہلاکت کے وقت آ جاتے ہیں- اس لئے جماعت احمدیہ جس کا سفر بہت لمبا ہے- اسے ان معاملات پر سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے وہ قومیں جنہوں نے ایک ہی نسل میں ترقی کرنی ہے اور اپنے مقصد کو حاصل کر لینا ہے- ان کی حالت اور ہوا کرتی ہے اور وہ قومیں جس نے نسلاً بعد نسلاً صدیوں میں جا کر اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہے' جس کی خاطر وہ قائم کی گئی ہیں- ان کے لئے ایسے لمبے سفر والے آداب اختیار کرنے ضروری ہوا کرتے ہیں- ایسے اطوار اختیار کرنے ضروری ہوتے ہیں جو لمبا عرصہ ان کا ساتھ دیں-

پس جماعت احمدیہ کے لئے اعلیٰ خلق پر زور دینا بے انتہا ضروری ہے- اگر اعلیٰ اخلاق کی جماعت احمدیہ نے اس نسل میں حفاظت نہیں کی تو اگلی نسل کی بھی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی ہے- خصوصیت سے جو خطرہ مجھے نظر آ رہا ہے کہ ماحول چونکہ بہت ہی زیادہ تیزی سے گندہ ہو رہا ہے' صرف انگلستان یا جرمنی یا جاپان یا چین یا امریکہ کی بات نہیں ہے- ہمارے ان ملکوں میں جنہیں آپ مشرقی ممالک کہتے ہیں- ایسے ممالک جن کے متعلق کہا جاتا ہے کہ پرانی قدریں ان میں زندہ ہیں تلاش کر کے دیکھیں آپ کو وہاں پرانی قدروں کے قبرستان تو دکھائی دیں گے لیکن پرانی قدریں زندہ صورتوں میں شہروں میں بستی اور چلتی پھرتی دکھائی نہیں دیں گی- اس تیزی سے اعلیٰ اخلاق پر موت وارد ہو رہی ہے جیسے وبا پھیل گئی ہو جو قوموں کو ہلاک کرتی چلی جا رہی ہو- ایسی صورت میں جماعت احمدیہ پر اس کے اثرات کا ہونا ایک لازمی چیز ہے-

بعض لوگ امریکہ میں مجھ سے کہتے تھے کہ ہم کہاں جائیں یہاں کے حالات بہت خراب ہیں ہم اپنی نسلوں کی حفاظت کیسے کریں- بعض لوگ یورپ میں مجھ سے سوال کرتے ہیں کہ

ہم کہاں جائیں کیوں نہ اپنے ملکوں کو واپس چلے جائیں- ان کو میں مختلف رنگ میں سمجھاتا نصیحت کرتا رہتا ہوں اور یہ بھی بات بتانے کی کوشش کرتا ہوں کہ کس ملک میں آپ جائیں گے جس کو آپ دس سال پہلے چھوڑ کر آئے تھے- اس کی اب وہ حالت نہیں رہی جو آپ سمجھ رہے ہیں کہ ایسی ہوگی- بہت سا پانی پلوں کے نیچے سے گزر چکا ہے اور کیفیات میں ساری دنیا میں عظیم تبدیلیاں واقع ہوگئی ہیں- اگر آپ بدیوں کے مقابلے سے بھاگیں گے تو آپ کو بالآخر پناہ گاہ کوئی دکھائی نہیں دے گی- کوئی جگہ نہیں ہے جہاں آپ کی حفاظت ہو سکے- جہاں آپ سمجھیں کہ آپ محفوظ قلعہ میں آ گئے ہیں- بدیوں سے مقابلہ ہی طریق ہے زندہ رہنے کا اور اس کا نام جہاد ہے- اس لئے میں بار بار لفظ جہاد استعمال کرتا ہوں یہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہے- قرآن کریم نے بدیوں سے بچنے کے لئے جہاد کا مضمون ہمارے سامنے رکھا ہے اور یہی روح جہاد ہے- اس لئے جس ملک میں آپ ہیں اگر آپ کے پاؤں وہاں سے اکھڑ گئے تو پھر کبھی کسی اور ملک میں آپ کے پاؤں نہیں جمیں گے- بھاگنے والا پھر بھاگتا چلا جاتا ہے، اور وہ نہیں تو اس کی اگلی نسلیں مغلوب ہوتی چلی جاتی ہیں- اس لئے جہاں کہیں بھی کوئی احمدی ہے اسے بدیوں کے خلاف جہاد کرنا پڑے گا اور یہ جہاد گھر سے شروع ہونا چاہئے-

اور جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے- اعلیٰ اخلاق کے ذریعے آپ بداخلاقی سے بچنے کی کوشش کریں- قرآن کریم نے یہی مضمون ہمارے سامنے رکھا ہے-

ادفع بالتی ھی احسن السیّئۃ (سورۃ المومنون آیت :96)

بدیوں سے جہاد کا مطلب یہ نہیں کہ آپ نے چھرا گھونپ دیا کسی بدی کے سینے میں- بدی کے جہاد کا حقیقی معنی یہ ہے کہ آپ اپنے خلاؤں کو پر کریں اور ان کو نیکیوں سے بھر دیں جہاں نیکی داخل ہو جائے وہاں بدی نہیں آ سکتی جہاں خلا ہے وہاں بدی نے ضرور داخل ہونا ہے اور بغیر نیکی کو اپنائے آپ کسی بدی کا مقابلہ نہیں کر سکتے- اور اسی لئے جب میں **حسن خلق کہتا ہوں تو میری یہی مراد ہے کہ اپنے خلاؤں کو پورا کریں اپنے عادات کو مزین کریں- حسین بننے کی کوشش کریں اس کے بغیر نہ آپ بدیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں نہ آپ اس عظیم مقصد کو حاصل کر سکتے ہیں جس کے لئے آپ کو پیدا کیا گیا ہے- یعنی تمام دنیا کی آپ نے اصلاح کرنی ہے- اور تمام دنیا میں خلق محمدیؐ کی حفاظت کرنی ہے اور تمام دنیا کو خلق محمدیؐ سے مزین کرنا ہے- اتنا بڑا کام ہو اور گھروں میں بدخلقی کی باتیں ہوتی ہوں** یہ ایک ایسا تضاد ہے جسے خدا تعالیٰ کی تقدیر معاف نہیں کیا کرتی ہے-

چھوٹی چھوٹی باتیں ہیں جنہیں گھروں میں نظر انداز کیا جاتا ہے- سب سے پہلے خاوند کا بیوی سے سلوک ہے جو خاوند بیوی سے اخلاق نہیں برت سکتا اس نے دنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں- جو ماں اپنے خاوند کے حقوق کی حفاظت نہیں کر سکتی اس نے حسن معاملگی نہیں کرنی اس نے دنیا کو کیا اخلاق سکھانے ہیں- ایسا ماحول جس میں خاوند بیوی کے ساتھ بدتمیزی اختیار کر رہا ہے- بدکلامی اختیار کر رہا ہے بدخلقی اختیار کر رہا ہے- بیوی اس کے خلاف شور کر رہی ہے اور باغیانہ رویہ اختیار کرتی ہے اور اگر وہ زیادہ جابر ہے وہ اس کی عدم موجودگی میں بچوں کے کان ان کے خلاف بھرتی ہے اور اپنی مظلومی کا رونا اپنے بچوں کے سامنے رو کر گویا اپنے خاوند کا انتقام لے رہی ہے- ایسے ماحول میں جو بچے پلیں گے وہ دنیا کے اخلاق کی حفاظت نہیں کر سکتے- ان کے متعلق قرآن کریم کی یہ آیت ثابت آتی ہے- (-) تم اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو قتل کرنے والے ہو-

ایسا ہرگز نہ کرو جب تم خود اپنے ہاتھوں سے اپنی اولاد کو ختم کر رہے ہو تو دنیا کو زندہ کرنے کے دعوے کیسے کر سکتے ہو اس لئے بہت ہی اہم بات ہے کہ تمام گھروں میں ہر خاوند اپنی بیوی کے ساتھ حسن معاملگی کرے حسن معاشرت کرے اس کے جذبات کا خیال رکھے اس سے نرم کلامی کرے- حضرت مسیح موعود نے اس سلسلے میں بہت ہی تفصیل کے ساتھ روشنی ڈالی ہے- بار بار اس موضوع پر اپنے لب بھی کھولے اور قلم بھی اٹھایا- آپ کی ملفوظات میں یہ مضمون کثرت سے ملتا ہے اور آپ کی تحریروں میں بھی یہ مضمون کثرت سے ملتا ہے- اس لئے آج کے لئے خصوصیت سے میں نے اس حصے کو منتخب کیا ہے کہ **اپنے گھروں میں خاوند اور بیوی کے تعلقات کو درست کریں ورنہ آپ کے بچوں کے اخلاق کی کوئی حفاظت نہیں ہو سکتی حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں درحقیقت نکاح مرد اور عورت کے درمیان ایک معاہدہ ہے پس کوشش کرو کہ اپنے معاہدہ میں دغاباز نہ ٹھہرو-** اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے (-) اپنی بیویوں کے ساتھ نیک سلوک کرو- اپنی بیوی کے ساتھ نیک سلوک کے ساتھ زندگی بسر کرو اور حدیث میں ہے خیر کم خیر کم لاھلہ اور اربعین میں یہ روایت یوں بیان ہوئی ہے خیر کم خیر کم باھلہ یعنی تم میں سے اچھا وہی ہے جو اپنی بیوی سے اچھا ہے- سو روحانی اور جسمانی طور پر اپنی بیویوں سے نیکی کرو، ان کے لئے دعا کرتے رہو اور طلاق سے پرہیز کرو- کیونکہ نہایت بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے جس کو خدا نے جوڑا ہے اس کو ایک گندے برتن کی طرح جلد مت توڑو- پس جتنے بھی قضا میں ایسے معاملات جن کی نوبت طلاق تک پہنچتی ہے ان سب کا فرض ہے کہ وہ جائزہ لے کہ انہوں نے کہیں اس فعل میں جلدی تو نہیں کی- کیا اس حد تک صبر سے کام لیا ہے جس حد تک صبر ممکن ہے- کہیں ان کی بدخلقی تو نہیں جس کے نتیجے میں نوبت طلاق تک پہنچ رہی ہے- پس ہر انسان کو اپنا جائزہ لینا چاہئے اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود نے فرمایا ہے اور یہ آپ کا ارشاد آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مبنی ہے کہ بہت ہی بد خدا کے نزدیک وہ شخص ہے جو طلاق دینے میں جلدی کرتا ہے- پھر آپ فرماتے ہیں- فحشاء کے سوا باقی تمام کج خلقیاں اور تلخیاں عورتوں کی برداشت کرنی چاہئیں اور فرمایا ہمیں تو کمال بے شرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں ہم کو خدا نے مرد بنایا ہے- درحقیقت ہم پر اتمام نعمت ہے- اس اتمام نعمت کا شکر یہ ہے- کہ عورتوں سے لطف اور نرمی کا برتاؤ کریں- اس معاملے میں مجھے اس کثرت سے شکایتیں ملتی ہیں کہ میں حیران ہوتا ہوں کہ ہمارے گھروں میں اس طرح کے آپس کے معاملات ہیں تو پھر جماعت کی ساری محنت غارت جائے گی- اور اتنے بڑے انتظام بنائے جا رہے ہیں- کارخانے قائم کئے جا رہے ہیں- دنیا کو (دین) کی طرف لانے کے وہ سارے بے اثر ہو جائیں گے- بدخلق انسان تو روحانیت سے کوئی علاقہ یا تعلق نہیں رکھتا اور بدخلق آدمی کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ وہ داعی الی اللہ بنے گا یا اس کی دعوت الی اللہ میں کوئی تاثیر ہو سکتی ہے- بدخلقی تو خدا تعالیٰ کی صفات کے مقابل کی ایک چیز ہے- اسماء الحسنیٰ کے خلاف ایک شیطانی کوشش کا کام بدخلقی ہے- اور ان دونوں کے درمیان کوئی جوڑ نہیں- صفات باری تعالیٰ اور بدخلقی یہ ایسے ہی ہیں- جیسے رات اور دن ایک کے ہوتے ہوئے دوسرا نہیں ہو سکتا- اس لئے بدخلقی کرنے والے جو اپنے گھروں میں بدخلقیاں کرتے ہیں- اپنی بیویوں سے بدسلوکیاں کرتے ہیں- بات بات پر بدتمیزی کرتے ہیں- تحکم کی راہ اختیار کرتے ہیں- وہ سمجھتے ہیں کہ اس میں ان کی مردانگی ہے- چنانچہ بعض ایسی اطلاعوں کے متعلق جب میں نے اپنے طور پر تحقیق کرائی تو پتہ چلا کہ بعض عورتوں نے مبالغے سے کام نہیں لیا تھا- واقعتاً ان کے ساتھ، بے چاریوں کے ساتھ روزمرہ یہی سلوک ہوتا تھا- بات بات پر جھڑکنا- بات بات پر بدتمیزی سے ان سے گفتگو کرنا- ان کو حکم دینا خبردار یہاں سے اٹھ کر وہاں بیٹھو میں جو تمہیں کہتا ہوں یوں کرو- **تمہیں یوں کرنا چاہئے وہ باتیں جو انسان اخلاق سے نرمی سے ملائمت سے کر سکتا ہے اور اپنے گھر کو خود جنت بنا سکتا ہے- وہ بدتمیزی اور بدخلقی سے کرنے کے نتیجے میں خود اپنے ہاتھوں سے اپنے گھروں کو جہنم بنانے والی بات بن جاتی ہے اور پھر ایسے بچے جو اپنے**

باپ کو دیکھ رہے ہیں جو آتے ہی گھر عذاب لے آتا ہے۔ جس کے جانے سے گھر میں امن آتا ہے۔ اور جس کے آنے سے گھر میں جہنم پیدا ہوتا ہے۔ وہ بچے ہرگز اس باپ کے وفادار نہیں رہ سکتے۔ اس باپ کے فرمانبردار نہیں ہو سکتے۔ اور ایسا باپ جب ان کو نیکی کی نصیحت کرتا ہے تو ان بچوں کے دل میں اس نیکی کے خلاف ردعمل ہوتا ہے۔ چنانچہ وہ کبھی بھی ایسی اولاد کو نیکی کی تعلیم دے نہیں سکتے۔ نیکی کے لئے ضروری ہے کہ جس شخص کو نصیحت کی جا رہی ہو۔ اس کو نصیحت کرنے والے سے محبت ہو۔ اور جو نصیحت کر رہا ہے اس کو اس سے محبت ہو جس کو نصیحت کر رہا ہے۔ ایک بنیادی نکتہ ہے جس کو بھلانے کے نتیجے میں کوئی بھی نصیحت کا نظام کارگر ثابت نہیں ہو سکتا۔

خدا تعالیٰ نبیوں کو چنتا ہے۔ یہ درست ہے کہ یہ ایک موھبت ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تحفہ ہے اور کوئی زبردستی نبوت حاصل نہیں کر سکتا۔ لیکن خدا تعالیٰ تحفے ان کو دیتا ہے جو ان تحفوں کے حق دار ہوتے ہیں۔ خدا کی نظر میں وہ حق دار ٹھہرتے ہیں۔ چنانچہ ہر نبی اپنے زمانے میں اخلاق کا بہترین نمونہ تھا اور ہر نبی اپنے زمانے میں اپنی قوم سے سب سے زیادہ محبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کا نبی اس لئے بنایا گیا کہ آپ سارے عالم سے محبت کرتے تھے۔ ہر انسان کا مرشد اس لئے بنایا گیا۔ ہر انسان سے آپ کو پیار تھا۔ رحمت للعالمین ؐ کا لقب تمام دنیا کی الٰہی کتابوں میں کسی اور جگہ نہیں ملے گا۔ سوائے قرآن کریم میں اور یہ لقب آپ کو خود اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا۔ پس رحمت و محبت کا نصیحت سے تعلق ہے۔ ایسے والدین یعنی خاوند ہو یا بیوی ایک دوسرے سے بدتمیزی کرتے ہیں اور ایک دوسرے سے بدخلقی سے کام لیتے ہیں ان کے بچوں کے دل میں ان کی محبت ختم ہو جاتی ہے۔ اور ان کے بچوں کے دل میں ہمیشہ باغیانہ خیال پیدا ہوتے ہیں۔ پھر جب وہ ایسے بچوں کو نصیحت کرتے ہیں تو اس نصیحت میں بدخلقی پائی جاتی ہے۔ اس نصیحت میں بھی تکبر پایا جاتا ہے اور بدتمیزی پائی جاتی ہے۔ اور بچہ خدا تعالیٰ کے فضل کے ساتھ بہت ہی ذہین چیز ہے۔ بچے کے متعلق یہ خیال کر لینا کہ اس کو پتہ نہیں چلتا۔ جو خیال کرتے ہیں ان کو پتہ نہیں چلتا کہ بچہ ہے کیا۔ بچے کو خدا تعالیٰ نے پوری ذہنی روشنی عطا کی ہوتی ہے۔ اور بڑوں سے اس معاملے میں اس کو فوقیت ہے کیونکہ روشنی طبع کو گناہ کمزور کر دیتے ہیں اور گناہ اس روشنی طبع کو دھندلا دیتے ہیں۔ بچہ چونکہ معصوم ہوتا ہے۔ اس لئے اس کی روشنی طبع اکثر صورتوں میں بالغوں سے بڑھ کر ہوتی ہے۔ اور وہ خود جو نتیجے اخذ کرتا ہے وہ صاف اور روشن ہوتے ہیں کیونکہ بچے کے اندر معصومیت پائی جاتی ہے۔ اسی لئے سب سے زیادہ روشن ضمیر اور روشن طبع انسان خدا کے انبیاء ہوتے ہیں جو معصوم ہیں۔ معصومیت کا فطری روشنی سے گہرا تعلق ہے۔ اس لئے وہ ماں باپ جو اپنے بچوں کو اپنے سے بے وقوف سمجھ رہے ہوتے ہیں وہ بے وقوف ہیں کیونکہ بچے تو روشن ضمیر ہیں۔ وہ جو دیکھ رہے ہیں وہ پڑھ رہے ہیں۔ ان کو پتہ لگ رہا ہے کہ گھر میں کیا ہو رہا ہے۔ ہمارے ماں باپ کی اصل نیت کیا ہے۔ ان کی دلی تمنائیں کس طرف مائل ہیں اور یہ کیا چاہتے ہیں۔ بدی سے محبت کرنے والے ہیں یا نیکی سے محبت کرنے والے لوگ ہیں چنانچہ وہ ماں باپ جو بدخلق ہوں ان کے بچے ان کی نصیحت کو نہیں قبول کرتے۔ کر سکتے ہی نہیں کیونکہ ان کی فطرت ان کو بتا دیتی ہے کہ اس بدخلق سے اپنی بڑائی کی خاطر ہمیں مجبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہمیں کمزور سمجھا ہے۔ ہمیں اپنے سے نیچا دیکھا ہے۔ اور چاہتے ہیں کہ یہ لوگ کہ ہمیں زبردستی اپنے مطابق بنائیں۔ بچے اپنی کمزوری کی وجہ سے اپنے ردعمل کو ظاہر نہیں کرتے یعنی بعض دفعہ نہیں کرتے اور بعض دفعہ پھر جب بہت زیادہ ایسے ماں باپ حد سے بڑھ جائیں تو پھر بدتمیزیاں بھی ہو جاتی ہیں اور پھر بچوں بچاروں کو اور مار پڑتی ہے اور بعض دفعہ ان کی ہڈیاں توڑ دی جاتی ہیں۔ مار مار کے کہ ہماری بات کو نہیں مانتا حالانکہ وہ یہ نہیں دیکھتے کہ بات نہ ماننے کی ذمہ داری ان کے والدین پر ہے۔ انہوں نے بچپن ہی سے شروع سے ہی کچھ ایسا رویہ اختیار کیا گھر میں جس کے نتیجے میں بچوں کے دلوں سے ماں باپ کا اعتماد اٹھ گیا ماں باپ اس قابل نہیں رہے کہ وہ نصیحت کر سکیں۔ سچے پیار اور محبت سے اور خلوص کے ساتھ جو نصیحت کی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ سچے پیار اور خلوص کا ماحول بھی ہونا چاہئے۔ آپ یہ کہہ سکتے ہیں کہ باپ نے جو نصیحت کی تھی اس میں تو سچائی تھی لیکن جو باپ سچا نہیں ہے۔ اس کی نصیحت بھی جھوٹی ہو جاتی ہے۔ جو باپ بدخلق ہے اس کی نصیحت میں بھی نیک اثر نہیں رہتا۔ کیونکہ بدخلق آدمی کی نصیحت کو دوسرا شخص قبول نہیں کیا کرتا۔

اس لئے اپنے گھروں کے معاشرے کو درست کریں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر تلخیاں پیدا کرنا اور حوصلے ہار بیٹھنا ذرا سی کسی کی کمزوری دیکھ کر یہ کوئی مردوں والی صفات نہیں ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے جو یہ فرمایا ہے۔ "ہمیں تو کمال بےشرمی معلوم ہوتی ہے کہ مرد ہو کر عورت سے جنگ کریں" ۔ کتنے احمدی ہیں جو اس پہلو سے باحیا شمار کئے جا سکیں اور کتنے احمدی ہیں جو اس پہلو سے بےشرم شمار کئے سکتے ہیں۔ اس کی تفصیل جانچنے کا تو میرے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔ نہ خطبوں میں ایسی تفصیلیں بیان کرنے کا موقع ملتا ہے لیکن ہر آدمی اپنے آپ کو اس کسوٹی پر پرکھ سکتا ہے اور آسانی سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا کے نزدیک وہ بےشرموں اور بےحیاؤں میں شمار ہو گا۔ یا باحیاء لوگوں میں شمار ہو گا۔ عورتوں پر بعض لوگ اتنی جلدی کرتے ہیں۔ بدتمیزی کرنے اور ہاتھ اٹھانے میں کہ حیرت ہوتی ہے اور بعض دفعہ تو مسلسل اس بچاری کو لونڈی بنا کر یہ سمجھایا جاتا ہے تم اس لئے نیچے ہو اور تمہیں بنایا اس خاطر گیا ہے کہ تم میری نوکری کرو اور میں تمہارے ساتھ ذلت کا سلوک کروں۔ خدا تعالیٰ نے جہاں مرد کی فضیلت کا ذکر کیا ہے۔ قرآن کریم میں وہاں اس کی ایک وجہ بھی بیان فرمائی۔ یہ نہیں فرمایا کہ وہ ویسے افضل ہے۔ فرمایا اس پہلو سے افضل کہ وہ اپنی بیوی پر خرچ کرتا ہے۔ اس کی حاجات کا خیال رکھتا ہے۔ حضرت مسیح موعود اس مضمون کو یوں بیان کرتے ہیں کہ گویا ایک پہلو سے مرد کو عورت کا نوکر بنا دیا وہ خدمتیں کرتا ہے۔ سارا سال محنتوں سے کام لیتا ہے باہر جا کر اس لیے کہ اپنی بیوی کی ضروریات پوری کرے۔ خدمت کی فضیلت مراد ہے۔ اس راز کو حضرت مسیح موعود نے کھولا۔ چنانچہ آگے جا کر میں ایک اقتباس پڑھوں گا۔ اس میں آپ یہ الفاظ دیکھیں گے تو حیران رہ جائیں گے کہ اس کا مطلب کیا ہے مطلب میں نے بتا دیا ہے آپ کو۔ مطلب اس کا یہ ہی ہے کہ جو شخص یعنی خدا تعالیٰ نے مرد کو اس لئے پیدا کیا کہ یا ان کے فرائض میں اس بات کو داخل کیا کہ وہ بہت محنت کرے کہ اس کی محنت کا آخری مقصود یہ ہو کہ اپنے گھر پر اپنی بیوی کے آرام پر اس کی آسائش پر اس کی خواہشات پوری کرنے پر اور اپنے بچوں کی ضروریات پوری کرنے پر اس محنت کے ماحصل اس کے پھل کو خرچ کرے تو نوکری اور کیا چیز ہوا کرتی ہے۔ اور سچی نوکری میں ہی فضیلت ہے۔ چنانچہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ؐ نے فرمایا سید القوم خادمہم خدمت کے ذریعے سعادت نصیب ہوئی۔ اس فضیلت کا قرآن کریم نے ذکر فرمایا ہے خدمت کے بجائے آپ عورت کے پیسے چھیننے شروع کر دیں اور اس کی کمائی پر نظر رکھیں۔ اور شادی کے وقت یہ غور کریں کہ فلاں عورت ڈاکٹر ہے فلاں عورت استانی ہے۔ وہ گھر میں آئے گی تو اس کی تنخواہیں لے کر ہم اپنی زندگی سنواریں گے۔ اپنے ماں باپ اور اپنے بہن بھائیوں پر خرچ کریں گے۔ تو نہ آپ اس کے نوکر اور نہ آپ اس کے سردار۔ آپ تو ایک لٹیرے بن جائیں گے۔ ایک ایسا تعلق قائم کریں گے جس کی خدا اجازت نہیں دیتا۔ اور انگلستان جیسے ملک میں بھی ایسی اطلاعیں ملتی ہیں کہ بعض لوگ اپنی بیویوں پر خرچ کرنے کی بجائے وہ جو حکومت کی طرف سے ان کو چھ سات پونڈ ملتے ہیں وہ بھی ان سے چھین لیتے ہیں کہ ہمیں دو ہم انتظام چلائیں گے۔ بازار سے سبزی روٹی لے آئے اور سمجھا کہ ہم نے بیوی کا حق ادا کر دیا۔ بیوی کے پیسے پر نظر کی تو قرآن کریم اجازت ہی نہیں دیتا۔ سوائے اس

کے کہ وہ خوشی سے اپنے شوق سے اپنے پیار اور محبت کے نتیجے میں خود دے اور اس معاملے میں عورتوں کو خدا تعالیٰ نے غیر معمولی طور پر بڑا حوصلہ عطا فرمایا ہے کہ وہ مرد جو اپنی عورتوں سے محبت کرتے ہیں۔ ان کا خیال رکھتے ہیں۔ ان سے حسن خلق سے پیش آتے ہیں وہ عورتیں اپنا کچھ سمجھتی ہی نہیں پھر بے چاری جو کچھ ہے وہ کھلا ان کے سامنے رکھ دیتی ہیں۔ اس کی سب سے عظیم الشان مثال ہمیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰؐ کے اپنے تعلقات میں نظر آتی ہے۔ حضرت خدیجہؓ بہت ہی دولت مند تھیں اور قریش کی سب سے زیادہ دولت مند وہ ہی تھیں۔ وہ حضرت محمد مصطفیٰؐ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق [illegible] واقف تھیں کیونکہ آپ ان کے ماتحت ان ہی کا کام کیا کرتے تھے۔ جب شادی ہوئی ہے تو پہلی رات ہی آپ نے اپنا سب کچھ آپ کی خدمت میں پیش کر دیا اور اتنے کامل یقین کے ساتھ پیش کیا اتنے خلوص نیت کے ساتھ پیش کیا کہ جب حضرت محمد مصطفیٰؐ نے وہ سارا مال غرباء میں تقسیم کر دیا تو ایک اف تک نہیں کی۔ کبھی شکوہ زبان پر نہ لائیں کیونکہ آپ سچی خاتون تھیں اور سچائی کے بلند ترین مقام تک پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ نے سچائی کو دیکھ کر ایک سچا فیصلہ کیا اور فرمایا کہ ایسا صاحب اخلاق انسان ہے کہ اس نے کبھی بھی میرے مال پر کوئی نظر نہیں کرنی۔ ایک ہی طریق ہے کہ میں اپنا سب کچھ اس کو حاضر کر دوں۔ اور رسول اکرمؐ جانتے تھے کہ یہ ایک سچی عورت ہے اگر آپ یہ نہ جانتے تو آپ کبھی یہ کارروائی نہ فرماتے۔ جو آپ نے وہ مال لیتے ہی آگے فرمائی اگر آپ کے دل میں ادنیٰ سا بھی شبہ ہوتا کہ ان کی نیت یہ ہے کہ میں دیتی تو ہوں مگر برابر خرچ کرنا گھر پر خرچ کرنا تو آپ ہرگز وہ فعل نہ کرتے جو آپ نے کیا۔ عظیم الشان صداقت کی دو گواہیاں ہیں جو ازدواجی تعلقات میں اتنی روشن ہیں کہ آسمان کے ستاروں سے بڑھ کر روشنی رکھتی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق اور حضرت خدیجہؓ کے خلق کو سمجھنے کے لئے یہ ایک ہی واقعہ صاحب بصیرت کے لئے کافی ہو سکتا ہے۔ آپؓ نے حضرت محمد مصطفیٰؐ کے سامنے سب کچھ پیش کر کے نہ صرف یہ ثبوت دیا کہ آپ کے نزدیک سب سے با اخلاق اور اخلاق کے کمال تک پہنچنے والا وجود تھا بلکہ آپ کی صداقت کی بھی گواہی دی۔ اور اس کے علاوہ عورتوں کے لئے ایک عظیم الشان نہ صرف نمونہ قائم فرمایا بلکہ عورتوں کا سر ہمیشہ کے لئے بلند کر دیا۔ اور یہ بتایا کہ عورتیں صاحب حوصلہ ہوا کرتی ہیں۔ عورتیں چھوٹے دل کی نہیں ہوتیں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ عورتیں تم سے حسن سلوک کریں تو تم ان سے حسن سلوک کرو۔ اگر عورتوں کو یہ یقین ہو جائے کہ ہمارا مرد سچا ہے اور صاحب خلوص ہے اور پاک دل رکھتا ہے اور ہماری طرف سے سوائے ہمارے وجود کے اس کو کوئی حرص نہیں ہے۔ تو ایسی عورتیں پھر کوئی غیریت نہیں رکھا کرتیں۔ اور حضرت خدیجہؓ نے ہمیشہ کے لئے عورتوں کو ایسا خراج تحسین پیش کیا ہے کہ اس کی مثال آپ کو دنیا میں کہیں اور دکھائی نہیں دے گی۔ بس اس نمونے کو آپ پکڑیں۔ جتنا آپ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے قریب ہوں گے اتنا ہی زیادہ اپنے گھروں پر اپنی بیویوں پر آپ کا نیک اثر پڑتا چلا جائے گا۔ یہاں تک کہ پھر جہاں دونوں طرف سے اعلیٰ اخلاق کا نمونہ ہو وہاں یہ غیریت مٹ جایا کرتی ہے۔ یہ سوال ہی نہیں رہا کرتا کہ کون سا مال کس کا ہے وہ دونوں یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے کا مال ہے۔ اور یہ ہی وہ طریق ہے جس سے گھر میں جنت پیدا ہوتی ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے۔ ایسی شکایتیں بھی ملتی ہیں جو بعض دفعہ تحقیق کرو تو وہ شکایتیں مبالغہ آمیز بھی ہوتی ہیں لیکن بعض دفعہ سچی بھی نظر آتی ہیں اور بہت تکلیف ہوتی ہیں کہ یہ کیسا مرد ہے کیسا انسان ہے کہ بجائے اس کے کہ اپنی بیوی پر خرچ کرے اس کے مال پر اس کی نگاہ ہے اور یہ جو بدنیتیں ہیں ان کا آغاز شادی سے بہت پہلے شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ چنانچہ ہمارے معاشرے میں یعنی ہمارے معاشرے سے مراد تیسری دنیا کے ملکوں میں اکثر مشرقی ملکوں میں بدقسمتی سے یہ برائیاں بہت زیادہ جڑ پکڑ چکی ہیں اور روزمرہ زندگی کا حصہ بنتی جا رہی ہیں۔ چنانچہ اکثر اگرچہ اللہ کے فضل سے احمدی اس بات سے پاک ہیں۔ لیکن اس کے باوجود ایسی شکایتیں آتی ہی رہتی ہیں کہ ایک عورت کسی لڑکی کو دیکھنے گئی کہ میں اپنے لڑکے کے لئے ایک خوبصورت سی بھولا نا چاہتی ہوں۔ نیک سیرت، نیک فطرت اور ساری خوبیاں ہوں۔ دیکھا اور خوشنودی کا اظہار کیا اور کہا کہ ہمیں منظور ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اس کے ساتھ موٹر آئے گی تو کون سی آئے گی۔ گھر دو گے یا نہیں دو گے اور کون سی جائیداد اس کے نام لکھو گے اور کیا کیا مزید جہیز اس کے ساتھ آنے والا ہے اگر تم نے اس کو فرنیچر بنا کر دینا ہے تو اس کے بیس پچیس ہزار ہمیں کیوں نہیں دے دیتے ہم اپنی مرضی کا بنائیں گے تمہیں کیا پتہ کہ ہماری پسند کیا ہے اس لئے ہم بہتر جانتے ہیں۔ اس لئے تم پیسے ہی دے دو۔ اور بے شرمی اور بے حیائی سے وہ پیسے قبول کرتے ہیں اور بعض دفعہ تو ایسا سخت ردعمل ہوتا ہے اس چیز کا کہ ایسے ماں باپ لکھتے ہیں کہ ہماری بیٹی کا یہ ردعمل ہے کہ میں کنواری رہ جاؤں گی لیکن ایسے ذلیل لوگوں کے گھر نہیں جاؤں گی۔ لیکن بعض لوگ اتنے مجبور ہو چکے ہوتے ہیں کہ ان کی بیٹیاں بڑی ہو رہی ہیں ان کی عمریں گزر رہی ہیں کہ وہ پھر سر جھکا کر ایسی سب ذلیل اور غیر (دینی) شرطوں کو قبول کر لیتے ہیں۔ لیکن نہیں جانتے کہ یہ ایک قسم کی بلیک میل ہے۔ جو پھر کبھی بھی ان کی بیٹی کا پیچھا نہیں چھوڑتی۔ ہمیشہ یہ کمینی نظریں، یہ ذلیل نگاہیں مزید اور مزید کا مطالبہ کرتی چلی جاتی ہیں۔ اس بیٹی کو مجبور کیا جاتا ہے کہ اچھا اب فلاں چیز بھی گھر سے لا کر دو فلاں بات بھی اپنے ماں باپ سے لے کر دو ایسے لوگ احمدی نہیں ہیں۔ ان کو وہم ہے کہ وہ احمدی ہیں۔ اگر ان کو اخراج جماعت کی سزا نہ دی جائے تو خدا تعالیٰ کی تقدیر ان کو جماعت احمدیہ (دین) سے خارج کر چکی ہے کیونکہ جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے سے دور ہے۔ اس کا احمدی کہلانے کا حق ہی کوئی نہیں رہتا اس لئے ان باتوں کو معمولی نہ سمجھئے ان کی بیخ کنی کریں اور اگر قطعی طور پر ثابت ہو کہ ایسا واقعہ ہوا ہے تو ان کو ظاہری طور پر بھی جماعت سے خارج کر دینا چاہئے۔ کیونکہ اب مزید ہم اس گند کو ساتھ لے کر آگے نہیں بڑھ سکتے اس کے نتیجے میں پھر ہر قسم کی بدخلقی پیدا ہوتی ہے ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی بیویوں سے ذلیل سلوک کرتے ہیں۔ پھر آخر ان کی بیویوں کی شرمیں بھی ٹوٹتی ہیں ان کی زبانیں بھی کھلتی ہیں۔ پھر اگلی نسل کے بچے ہمارے خراب اور برباد ہوتے ہیں۔

اتنا بڑا نقصان جماعت کیسے برداشت کر سکتی ہے اس لئے تمام امراء اس بات پر نگران ہو جائیں کہ اگر آئندہ کہیں اس قسم کی بدتمیزیاں ہوں اور بدخلقیاں ہوں اور حضرت مسیح موعود کے ارشاد کے مطابق کمال بے شرمی کے ایسے نمونے دکھائے جائیں تو ان ایسے لوگوں کو بلا تاخیر جماعت سے خارج کرنے کی کارروائی کی جائے۔ پھر وہ جہاں چاہیں جائیں۔ دوسرے معاشرے میں جس قسم کے ان کے مطالبے ہیں شاید پورے ہو جائیں۔ وہاں بھی شاید ایسی باتیں چلتی ہوں لیکن احمدیت میں ہم ان باتوں کو مزید برداشت نہیں کر سکتے۔ عورتیں بھی جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے وہ بھی اس قصور میں شریک ہیں کیونکہ اکثر مطالبوں کا آغاز ساسوں سے ہوتا ہے یعنی بیٹے کی ماں کی طرف سے اکثر یہ ہوتا ہے اور جن معاملات میں مجھے تحقیق کا موقعہ ملا ہے۔ مجھے پتہ چلا ہے کہ بسا اوقات ایسے مرد کمزور ہیں۔ جن کی بیویاں ایسے مطالبے کرتی ہیں اور ان کے بیٹے ان کے سو فیصدی غلام ہوتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ نیکی اسی بات میں ہے کہ ہر بات میں اطاعت کرو حالانکہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اطاعت اس حد تک فرض ہے جس حد تک خدا کی اطاعت سے تمہیں باہر نہ نکال دے۔ جہاں ماں باپ کی اطاعت تمہیں خدا کی اطاعت سے باہر نکلنے پر مجبور کرے وہاں تم نے خدا کی اطاعت کرنی ہے۔ ماں باپ کی اطاعت نہیں کرنی یہ واضح حکم موجود ہے۔ اس کے باوجود بعض بے وقوف لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ماں کی خواہش ہے۔ ماں کی نیت ہے اس لئے چاہے وہ (دین حق) کے خلاف ہی کیوں نہ مطالبے کرے ہم اس کے ساتھ چلیں گے اور اس کے کہنے کے نتیجے میں بعض مرد بچیوں پر ظلم کرنے والے بن جاتے ہیں تو آغاز عورت سے شروع ہوا ہے ظلم کا اور عورت پر ختم ہوا اور اس کے نتیجے میں ساری سوسائٹی پر سارے معاشرے پر مظالم کی ایک نہ ختم ہونے والی داستان شروع ہو جاتی ہے۔

اس لئے بدخلقی کو اگر آپ نے روکنا ہے تو سب سے پہلے گھروں کے ماحول کو سنبھالیں۔ اور گھروں کو بداخلاق بنانے والے جتنے بھی محرکات ہیں

ان کا گلا گھونٹیں- ان کو جب تک آپ ختم نہیں کرتے' نیست و نابود نہیں کرتے محض ایک فرضی جہاد کے کوئی بھی معنی نہیں ہیں- جہاد کا تو مطلب ہے کہ آپ جانتے ہوں کہ دشمن کہاں ہے- کس قسم کے ہتھیار رکھتا ہے کس قسم کی تلواریں ہیں جو توپ و تفنگ سے آپ پر حملہ آور ہیں- جب تک آپ دشمن کے حالات سے واقف نہ ہوں اس کی اداؤں سے واقف نہ ہوں اس کی جگہوں سے واقف نہ ہوں جہاں سے اس نے حملہ کرنا ہے- ان اوقات سے واقف نہ ہوں جہاں سے انہوں نے حملہ کرنا ہے- اس وقت تک آپ دفاع کی طاقت ہی نہیں رکھ سکتے- یعنی کامیاب دفاع کی طاقت نہیں رکھ سکتے-

اس لئے جب میں آپ کو کہتا ہوں کہ بدیوں کے خلاف جہاد کریں تو یہ مراد نہیں ہے کہ اٹھ کر آپ تقریریں شروع کر دیں کہ بدیوں کے خلاف جہاد کرو' سمجھائیں جس طرح میں آپ کو سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں تجزیہ کریں جس طرح میں تجزیہ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں- اور معلوم کریں کہ آپ کے اپنے علاقے میں بدخلقی کے اصل محرکات کیا ہیں کیوں بعض بدخلقیاں رائج ہیں- اور ان کا تجزیہ کرکے پھر ان کے خلاف باقاعدہ کارروائی کریں- اگر اس طرح آپ کارروائی کریں گے تو رفتہ رفتہ ہماری حالت پہلے سے درست ہوتی چلی جائے گی لیکن وقت جیسا کہ میں نے بیان کیا اگلی صدی میں داخل ہونے کا بہت تھوڑا رہ گیا ہے صرف ایک سال باقی ہے مشکل سے اور ابھی ہمیں بہت سے کام کرنے ہیں- بداخلاقی کے ساتھ ہمیں اگلی صدی میں داخل نہیں ہونا چاہئے- تمام بداخلاقیوں کو بدرسموں کو ان جہالتوں کو جو (دین) سے پہلے کی باتیں ہیں- ان سب کو ہمیں اتار کر پھینک دینا چاہئے- یاد رکھیں جیسا کہ میں نے شروع میں بھی کہا تھا کہ بدیاں گھروں میں پیدا ہوتی ہیں اور گھروں سے گلیوں میں نکلتی ہیں- گلیاں پھر شہروں کو گندا کرتی ہیں پھر وہ ملک گندا ہو جاتا ہے- ایسا ہی ہے جیسے گندی ٹوکری کوئی گھر سے اٹھائے اور گلی میں پھینک دے- ترقی یافتہ ملکوں میں گلیاں صاف کرنے کا انتظام ہوتا ہے- اس لئے وہاں کی حکومتیں وہاں کا بیرونی نظام ان بدیوں کو بہت حد تک سنبھالتا ہے اور صاف کرتا ہے- جہاں تک اس نظام کی طاقت ہے ان کو دور کرتا رہتا ہے- اس لئے وہ اکٹھی ہو کر اتنی نمایاں نہیں دکھائی دیتیں- جن بدیوں کی طرف بیرونی نظر نہیں ہوتی وہ اکٹھی ہونی شروع ہو جاتی ہیں- ان ملکوں میں بعض بدیاں جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے کہ وہ گھروں میں ہی پیدا ہوتی ہیں- گھروں سے ہی باہر پھینکی جاتی ہیں گلیوں میں لیکن ان کی صفائی کا کوئی انتظام نہیں- اس لئے وہ جمع ہوتی رہتی ہیں- ظاہری گند کی صفائی کا یہاں انتظام ہے- یہاں آپ دیکھیں گے ظاہری گند بہت کم دکھائی دیتا ہے- لیکن بعض اور قسم کی بدیاں ہیں ان کی صفائی کا بھی انتظام ہے- اس پہلو سے ان ملکوں میں وہ بدیاں کم دکھائی دیتی ہیں- لیکن اس بے چارے ملک کا کیا ہوگا جن کے گھروں میں بے حساب گند پیدا ہو رہا ہے- اور ان کی ٹوکریاں صبح و شام گلیوں میں پھینکی جاتی ہیں- اور وہاں کی حکومتیں اور وہاں کے معاشرے ان کی کوئی پرواہ نہیں کرتے اور ان کی نظریں اور طرف لگی ہوئی ہیں- مذہبی نظام ہے' علماء کا نظام ہے- ان کا کام یہ ہے کہ جو گند گھروں سے باہر نکلتے ہیں وہ گلیوں میں ان کی صفائی کا انتظام کریں- وہ اگر صفائی کے بجائے اپنی ٹوکریاں اور ان میں پھینک رہے ہوں تو ایسے ملک کے بچنے کا پھر کیا سوال ہے-

پس جماعت احمدیہ کو باشعور جماعت کے طور پر ان بدیوں کے خلاف جہاد کرنا چاہئے- اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دے [illegible] اپنے گھروں کو بااخلاق بنانا چاہئے- چھوٹی چھوٹی باتوں میں بھی بدخلقی [illegible] - یعنی ان معنوں میں جس طرح قرآن مجید نے فرمایا ہے- محبت اور دردمندی سے نصیحت کرکے ہر قسم کی بدخلقی کو دور کرنے کی کوشش کریں- آپس کی گفتگو میں ملائمت اختیار کریں- ایک دوسرے کی کمزوریوں کو معاف کرنا سیکھیں اور جہاں تک خدا اجازت نہیں دیتا وہاں معاف کرنے کا آپ کو حق نہیں- لیکن جہاں اجازت دیتا ہے وہاں حتی المقدور معافی کا معاملہ کریں- اس سے انشاء اللہ تعالیٰ احمدی معاشرہ حسین سے حسین تر ہوتا چلا جائے گا-

حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں عورتوں اور بچوں کے تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں- قرآن شریف میں لکھا ہے عاشروھن بالمعروف مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے- آپ اندازہ کریں کہ اگر آج سے سو سال پہلے اس کے خلاف عمل ہو رہا تھا تو اس وقت کیا ہو رہا ہوگا- دو قسم کے لوگ اس کے متعلق پائے جاتے ہیں- ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیع الرسن کر دیا ہے کہ (دین) کا کوئی اثر ہی ان پر نہیں ہوتا- اور وہ کھلی طور پر (دین حق) کے خلاف کرتی ہیں- اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا- یہ خوش خلقی نہیں ہے- یہ تو خودکشی ہے کہ اپنے گھروں میں جہاں خدا نے آپ کو قیم بنایا ہے- وہاں بدیوں کو پنپنے دیں اور پرواہ نہ کریں- اور پوچھیں ہی نہ کہ میں بااخلاق ہوں- میں اپنی عورت سے نرمی کر رہا ہوں- وہ جس قسم کی بے حیائیاں کرے جس قسم کی گندگی کرے- نماز سے غافل ہو- بچوں کو نماز سے غافل رکھے- شریعت کی حرمتوں کا خیال نہ رکھے- لیکن مرد اسے کچھ نہ کہے کہ میں نرمی کر رہا ہوں- اس لئے میں اس کو کچھ نہیں کہتا- حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ یہ (دین) نہیں بلکہ یہ جہالت ہے کہ عورتیں گھروں میں شریعت کی خلاف ورزیاں کر رہی ہیں- عورتوں میں ہر قسم کی بدیاں پھیل رہی ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ ہم نرمی کا سلوک کر رہے ہیں- یہ ہرگز (دینی) تعلیم نہیں- پھر فرماتے ہیں کہ بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیع الرسن تو نہیں کیا- مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا- کنیزوں سے بھی بدتر ان سے سلوک کیا جاتا ہے مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں- غرض بہت ہی بری طرح سلوک کرتے ہیں- یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی اور دوسری پہن لی- یہ بڑی خطرناک بات ہے اور (دین) کے شعائر کے خلاف ہے- حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں- آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں کے ساتھ کیسی معاشرت کیا کرتے تھے- میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ پر کھڑا ہوتا ہے- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک زندگی کا مطالعہ کرو تا کہ تمہیں معلوم ہو کہ آپ کیسے خلیق تھے- باوجودیکہ آپ بڑے بارعب تھے- لیکن اگر کوئی ضعیفہ عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک وہ بیٹھنے کی اجازت نہ دے دیتی-

پھر ایک رفیق کو آپ نصیحت فرماتے ہیں- یہ نصیحت بھی نصیحت کے مضمون میں شاہکار ہے- بہت ہی سخت قسم کی اطلاعیں ان دوست کے متعلق ملیں- ان کی بدخلقی کے متعلق- لیکن بدخلقی کا علاج بدخلقی سے نہیں کیا جا سکتا- نرمی اور پیار سے کس رنگ میں سمجھانا چاہئے- اس کا میں نمونہ آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں- "حضرت سید خصیلت علی شاہ" صاحب کے نام ایک مکتوب میں حضرت مسیح موعود نے تحریر فرمایا- باعث تکلیف دہی ہے کہ میں نے بعض آپ کے سچے دوستوں کی زبانی جو درحقیقت آپ سے تعلق اخلاص اور محبت اور حسن ظن رکھتے ہیں- سنا ہے کہ امور معاشرت میں جو بیویوں اور اہلخانہ سے کرنی چاہئے- کسی قدر آپ شدت رکھتے ہیں' کیسا پیارا انداز ہے- بیان کرنے کا اور ساتھ ہی آپ ان کی طبیعت کو سمجھ رہے تھے کہ جو جلدی غصے میں آنے والی ہے- کہیں وہ دوستوں سے ہی ناراض نہ ہو جائیں- کس نے میری شکایت کی ہے-

تو پہلے دوستوں کا دفاع فرمایا- یا خود بتایا کہ میں جانتا ہوں کہ آپ سے تعلق اخلاص' محبت اور حسن ظن رکھتے ہیں- سنا ہے کہ امور معاشرت میں ایک اور اس سے سبق ملتا ہے کہ وہ شکایت جو

دشمنوں سے پہنچتی ہے وہ لائق تعزیر نہیں ہوتی۔ اس کے نتیجے میں آپ تعزیر نہیں کر سکتے۔ لیکن جو شکایت دوستوں اور محبت کرنے والوں سے پہنچتی ہے وہ سننے کے لائق ہے۔ وہ ایسی ہے کہ اس کی طرف توجہ دی جائے۔ فرمایا امور معاشرت میں جو بیویوں اور اہل خانہ سے کی جاتی ہے۔ کسی قدر آپ شدت رکھتے ہیں۔ یعنی غیض و غضب کے استعمال میں بعض اوقات اعتدال کا انداز ملحوظ نہیں رہتا۔ کیسے زبان کو سلجھا کر لطف کے ساتھ نرمی کے ساتھ لپیٹ کرتا کہ ان کی طبیعت میں کہیں بھی تنفر پیدا نہ ہو۔ جوش پیدا نہ ہو۔ آپ نے اس پیار سے اپنے مرید کو نصیحت کی جو آپ پر ایمان لاتا تھا کہ آپ خدا کی طرف سے ہیں۔ خدا نے آپ کو مقرر کیا ہے جو آپ سے محبت رکھتا ہے اس کے متعلق ایسی احتیاطیں فرما رہے ہیں۔ وہ لوگ جو اپنی نصیحت میں اپنے ہم جولیوں، اپنے ہم اثروں بلکہ اپنے سے بڑوں سے بھی بدتمیزی کرتے ہیں۔ ان کی نصیحت کیسے کارگر ہو سکتی ہے۔ پس نصیحت جب میں کہتا ہوں تو نصیحت کا نمونہ آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ یہ وہ طریق ہے نصیحت کرنے کا اسے اختیار کریں۔ پھر فرمایا میں نے اس شکایت کو تعجب کی نظر سے دیکھا کیونکہ اول تو بیان کرنے والے آپ کی تمام صفات حمیدہ کے قائل اور آپ سے دلی محبت رکھتے ہیں۔ ایک اور پہلو بھی نمایاں طور پر ہمارے سامنے رکھ دیا۔ کہ وہ لوگ جو صرف شکایتیں کرتے ہیں ان کی باتوں کی طرف دھیان نہیں دینا چاہئے۔ سچے لوگ وہ ہوتے ہیں جو ساتھ خوبیاں بھی بیان کرتے ہیں۔ خوبیوں سے بھی صرف نظر نہیں کرتے۔ جب وہ شکایت کرتے ہیں تو ساتھ یہ بھی ان کو خوف رہتا ہے کہ امام کا دل بدظن نہ ہو جائے۔ تو اسے نرم کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ اس میں یہ برائی تو ہے۔ لیکن اس میں خوبیاں بھی تو ہیں اس لئے آپ ناراض نہ ہوں صرف اس برائی کو دور کرنے کی کوشش کریں۔ کیسا پاکیزہ ماحول تھا جو خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود کو قائم کرنے کی توفیق بخشی۔ یہی وہ ماحول ہے جو زندہ رہنے کے قابل ہے۔ یہی وہ معاشرہ ہے جس نے آئندہ دنیا کے مردوں کو زندہ کرنا ہے۔ اس کی حفاظت آپ نے کرنی ہوگی۔ اس معاشرے کو مرنے دیا تو آپ زندگی کے پیغامبر نہیں بن سکتے۔ فرماتے ہیں اول تو بیان کرنے والے آپ کی صفات حمیدہ کے قائل اور دلی محبت آپ سے رکھتے ہیں۔ اور دوسری چونکہ مردوں کو عورتوں پر ایک گونہ حکومت قسام ازلی نے دے رکھی ہے اور ذرا ذرا سی باتوں میں تادیب کی نیت سے یا غیرت کے تقاضے سے وہ اپنی حکومت کو استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ مگر چونکہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول نے عورت کے ساتھ معاشرت کے بارے میں نہایت حلم اور برداشت کی تاکید کی ہے۔ اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ آپ جیسے رشید اور سعید کو اس تاکید سے کسی قدر آگاہ کروں۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ عاشروھن بالمعروف یعنی اپنی بیویوں سے تم ایسی معاشرت کرو۔ جس میں کوئی امر خلاف اخلاق معروفہ کے نہ ہو۔ اور کوئی وحشیانہ حرکت نہ ہو بلکہ ان کو اس مسافر خانے میں اپنا ایک دلی رفیق سمجھو۔ اور احسان کے ساتھ معاشرت کرو۔ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں خیرکم خیرکم لاھلہ یعنی تم میں سے بہتر وہ انسان ہے جو بیوی سے نیکی سے پیش آوے اور حسن معاشرت کے لئے اس قدر تاکید ہے کہ میں اس خط میں نہیں لکھ سکتا۔ عزیز من انسان کی بیوی ایک مسکین اور ضعیف ہے جس کو خدا نے اس کے حوالے کر دیا اور وہ دیکھتا ہے کہ ہر ایک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہئے۔ فرمایا بیوی تو مسکین اور ضعیف ہے۔ لیکن وہ خدا جو نظر رکھ رہا ہے وہ مسکین اور ضعیف نہیں ہے۔ وہ یوں ہی نہیں چھوڑی گئی۔ بلکہ خدا تعالیٰ اس پر نظر رکھتا ہے۔ دیکھتا ہے کہ ہر ایک انسان اس سے کیا معاملہ کرتا ہے۔ نرمی برتنی چاہئے اور ہر ایک وقت دل میں خیال کرنا چاہئے کہ میری بیوی ایک مہمان عزیز ہے جس کو خدا تعالیٰ نے میرے سپرد کیا ہے۔ اور وہ دیکھ رہا ہے کہ میں کیونکر شرائط مہمان داری بجا لاتا ہوں اور میں ایک خدا کا بندہ ہوں اور یہ بھی ایک خدا کی بندی ہے۔ مجھے اس پر کونسی زیادتی ہے۔ خونخوار انسان نہیں بننا چاہئے۔ اور بیویوں پر رحم کرنا چاہئے اور ان کو دین سکھانا چاہئے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس لحاظ سے کوئی کمزوری انہوں نے دیکھی ہے۔ اور چونکہ وہ خود نیک تھے لیکن یہ نہیں جانتے تھے کہ نیکی کو قائم کس طرح کرنا ہے۔ اس لئے اس معاملے میں سختی کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا ان کو دین سکھلانا چاہئے۔ درحقیقت میرا یہی عقیدہ ہے کہ انسان کے اخلاق کے امتحان کا پہلا موقعہ اس کی بیوی ہے۔ میں جب کبھی اتفاقاً ایک ذرا درشتی اپنی بیوی سے کروں تو میرا بدن کانپ جاتا ہے کہ ایک شخص کو خدا تعالیٰ نے صدہا قوس سے میرے حوالے کیا ہے۔ شاید معصیت ہوگئی ہے کہ مجھ سے ایسا ہوا تب میں ان کو کہتا ہوں کہ تم اپنی نماز میں میرے لئے دعا کرو کہ اگر یہ امر خلاف مرضی حق تعالیٰ ہے تو مجھے معاف فرما دے میں بہت ڈرتا ہوں۔ ہم کسی ظالمانہ حرکت میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ یہ ہے نمونہ حضرت اقدس مسیح موعود کا اس نمونے کو پکڑے بغیر وہ نمونہ زندہ نہیں ہو سکتا جو حضرت مسیح موعود نے اپنے آقا و مولیٰ حضرت اقدس محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا۔ آپ ہی کے مکتب میں یہ شاگرد بڑھا اور جوان ہوا۔ آپ ہی کے مکتب میں اس نے اخلاق کے بلند ترین مقامات تک رسائی حاصل کی۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق ہی دنیا کو زندہ کریں گے تو آج کی دنیا میں اس زمانے میں آپ کا ایک شاگرد کامل پیدا ہو چکا ہے جس نے بتایا ہے کہ وہ اخلاق صرف چودہ سو سال پرانے زمانے کی باتیں نہیں ہیں۔ اس زمانے میں بھی وہ زندہ ہو سکتے ہیں۔ اور اس دور میں بھی ان کو زندہ کئے بغیر ہم دنیا کو زندہ نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین ثم آمین)